مشاہیرِ اسلام

جناب عبد الرؤف ظفر

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ

(سِیَر و سوانح و افکار و عقائد)

دُنیا کی تمام زندہ قومیں اپنے مشاہیر کی یاد سے اپنے دلوں کو گرماتی اور تازہ دم ہو جاتی ہیں لیکن ملّتِ اسلامیہ اپنے مزاج کے لحاظ سے بالکل جداگانہ نوعیت کی ہے۔ یہ قوم اپنی رُوح کی تازگی کے لیے ہمیشہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبہ سے حصولِ فیض کرتی ہے۔ اور ان برگزیدہ شخصیتوں کی یاد سے اپنے دلوں کو گرماتی ہے جن کی زندگیاں اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھلی ہوں اور انسانیت کا جیتا جاگتا نمونہ بن گئی ہوں۔ یہ شخصیتیں جہانِ فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد ختم نہیں ہوتیں بلکہ حیاتِ جاوید پاتی ہیں۔ حافظ شیرازی نے خوب فرمایا؛

ہرگز نہ میرد آنکہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اِن ہی بزرگ شخصیتوں میں ایک نمایاں اور ممتاز شخصیت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی کی ہے۔ آپ توحیدِ خالص، اتباعِ رسول، اقامتِ دین، اصلاحِ معاشرہ اور احیائے اسلام کے علمبردار تھے۔ آپ کو اس جہانِ رنگ و بُو سے رختِ سفر باندھے ہوئے آٹھ سو سال گذر چکے ہیں لیکن آپ کی یاد زندہ اور ذکرِ خیر گلاب و یاسمن کی مانند عطر بیز ہے۔

ولادت باسعادت

شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی ولادت ایران کے ایک صوبہ جیلان[1] (گیلان) میں ۴۷۱ھ[2] میں ہوئی۔

---

[1] دائرۃ المعارف (للبستانی)

[2] المنتظم (ابن جوزی) البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیر) ذیل طبقات الحنابلہ (ابن رجب) بحوالہ تاریخ دعوت عظمت اوّل (تاج العروس شیخ شریف مرتضٰی) بحوالہ غنیۃ الطالبین اوّل)

نسب نامہ

آپ کا سلسلہ نسب تمام مستند کتابوں میں مرقوم ہے، اور جو آپ کی آل اور اولاد، مریدین و معتقدین کے پاس ابتدا ہی سے نسلاً بعد نسلٍ محفوظ چلا آتا ہے۔

آپ کا آبائی سلسلہ حضرت حسنؓ اور مادری سلسلہ حضرت حسینؓ سے ملتا ہے اس لیے آپ حسنی حسینی سید تھے[۳] مختلف قرابتوں کے لحاظ سے آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ سے بھی جا ملتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ صدیقی، فاروقی اور عثمانی بھی ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ایک علمی گھرانے میں جنم لیا تھا۔ آپ کے والد سیدنا ابوصالح موسیٰ اپنے وقت کے ممتاز عارف باللہ تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ ام الخیر فاطمہ ثانیہ بھی عظیم المرتبت نیک خاتون تھیں۔ لہٰذا آپ کی سب سے بڑی تربیت گاہ آغوشِ والدین اور ان کا گھر تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والدین سے حاصل کی۔ قرآن مجید ان ہی سے حفظ کیا۔ ابھی آپ دس برس کے ہی تھے کہ اچانک ۴۸۱ھ میں آپ کے والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ آپ کو داغ یتیمی سہنا پڑا۔ آپ کی والدہ جو ایک نہایت زیرک خاتون تھیں اور سچی مسلمان تھیں نے اس دریتیم کی مستقبل کی تمام راہوں اور زندگی کے تمام گوشوں کو سنوارنے اور چمکانے کی جانب پوری توجہ دی۔ آپ نے اپنی عظیم ماں کی نگرانی میں اٹھارہ سال کی عمر تک جیلان ہی میں تعلیم حاصل کی۔ مزید اعلیٰ تعلیم کا جیلان میں انتظام نہیں تھا۔ اُن کی بلند حوصلہ والدہ نے بخوشی آپ کو ۴۸۸ھ میں بغداد روانہ کر دیا۔ یہی وہ سال ہے جس میں امام غزالیؒ نے تلاش حق و حصول یقین کے لیے بغداد کو خیرباد کہا تھا۔ یہ محض اتفاق نہیں کہ ایک جلیل القدر امام سے جب بغداد محروم ہوا تو دوسرا جلیل القدر مصلح اور داعی الی اللہ وہاں وارد ہوا۔[۴]

اساتذہ و شیوخ

مملکت اسلامیہ کے دارالخلافہ بغداد میں آپ شیخ طریقت ابوالخیر حماد[۵] بن مسلم الدباس کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان سے رموزِ طریقت حاصل کیے۔ پھر زہاد میں بلند مرتبت قاضی ابوسعید مخرمیؒ سے تکمیل کی اجازت حاصل کی۔ ان کے علاوہ اُن کے اساتذہ میں ابوالوفاء ابن عقیل بغدادیؒ، محمد بن حسن الباقلانیؒ اور ابوزکریا تبریزیؒ

۳؎ البدایہ والنہایہ ص ۱۴۹ جلد ۱۲ ۴؎ شعرانی ۵؎ ابن کثیر میں حدیث میں کمال کا ذکر ہے۔

جیسے نامور علماء اور ائمہ فن شامل ہیں۔ عبادت و مجاہدات کی طرف طبعی کشش کے باوجود آپ نے تحصیل علم میں بضاعت و زہد سے کام نہیں لیا بلکہ پوری دستگاہ حاصل کی۔

حلیہ مبارک آپ کا بدن مبارک نحیف۔ قد میانہ۔ رنگ گندم گوں۔ سینہ چوڑا۔ ریش اندس عریض وطویل۔ پیشانی کشادہ۔ ابرو پیوستہ۔ آواز بلند اور اس میں ایک گونہ سرعت تھی۔ آپ کے کلام کے رعب سے سننے والے پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ یہی حالت آنکھوں کی تھی جس کی طرف ایک بار نظر اٹھا کر دیکھ لیتے وہ مطیع ہو جاتا۔

معاملہ و اخلاق ظاہری اور باطنی تکمیل کے بعد اصلاح و ارشاد کی طرف متوجہ ہوئے۔ مسند درس اور مسند ارشاد کو بیک وقت زینت دی۔ بغداد کے رہنے والے آپ کی تقاریر پر ٹوٹ پڑتے۔ آپ کو اللہ نے ایسی وجاہت و قبولیت عنایت فرمائی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہ ہوئی۔ بادشاہ وزراء آپ کی مجلسوں میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے۔

بایں رفعت و منزلت حد درجہ منکسر المزاج تھے۔ غریبوں اور فقیروں کے ساتھ بیٹھتے اس کے برخلاف کسی معزز آدمی اور ارکانِ سلطنت کی تعظیم میں کھڑے نہ ہوتے[1] خلیفہ کی آمد پر قصداً گھر چلے جاتے۔ خلیفہ آکر بیٹھ جاتا تو پھر تشریف لاتے تاکہ تعظیماً کھڑا نہ ہونا پڑے[2]۔ آپ کے دیکھنے والے اور دیگر معاصرین آپ کے حسنِ اخلاق، علو حوصلہ، تواضع و انکساری، سخاوت و ایثار اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ الامام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف البرزالی الاشبیلی ان الفاظ میں آپ کی تعریف کرتے ہیں:۔

کان مجاب الدعوۃ سریع الدمعۃ دائم الذکر کثیر الفکر رقیق القلب، دائم البشر، کریم النفس، سخی الید، غزیر العلم شریف الاخلاق، طیب الاعراق	آپ مستجاب الدعوات تھے، اگر کوئی عبرت اور رقت کی بات کی جاتی تو جلدی آنکھوں میں آنسو آجاتے، ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ وہ رقیق القلب تھے۔ خندہ پیشانی، شگفتہ رو، کریم النفس، فراخ دست، وسیع العلم، بلند

---

[1] الطبقات الکبریٰ للشعرانی جلد ۱ ص ۱۲۷

[2] الطبقات الکبریٰ للشعرانی جلد ۱ ص ۱۲۸

مع قدم راسخ فی العبادة والاجتهاد [8]

اخلاق، عالی نسب، عبادت اور مجاہدات میں آپ کا پایہ بلند تھا:

ایک بزرگ حمادہ فرماتے ہیں:

ما رأت عیناى احسن خلقاً ولا اوسع صدراً ولا اکرم نفساً ولا الطف قلبا ولا احفظ عهداً وودّاً من سیدنا الشیخ عبد القادر لقد کان مع جلالة قدره وعلو منزلته وسعة علمه یقف مع الفقیر ویوقر الکبیر ویبدأ بالسلام ویجالس الضعفاء ویتواضع للفقراء وما قام لاحد من العظماء ولا الاعیان ولا الم بباب وزیر ولا سلطان [9]

میری آنکھوں نے شیخ عبدالقادر سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق، فراخ حوصلہ، کریم النفس رقیق القلب، محبت اور تعلقات کا پاس کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اپنی عظمت علو مرتبت اور وسعت علم کے باوجود چھوٹے کی رعایت فرماتے، بڑے کی عزت کرتے، سلام میں سبقت کرتے۔ کمزوروں کے پاس اٹھتے بیٹھتے۔ غریبوں کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آتے حالانکہ آپ کسی سربرآوردہ یا رئیس کے لیے کھڑے نہیں ہوتے اور نہ کسی وزیر یا حاکم کے دروازہ پر گئے۔

مفتی عراق محی الدین ابو عبداللہ محمد بن حامد بغدادی لکھتے ہیں۔

ابعد الناس عن الفحش۔ اقرب الناس الی الحق، شدید الباس اذا انتهکت محارم اللہ عز وجل لا یغضب لنفسه ولا ینتصر لغیر ربه

غیر مہذب بات سے انتہائی دور، حق اور معقول بات سے بہت قریب اگر حدود الٰہی اور احکام الٰہی پر دست درازی ہوتی تو آپ کو جلال آ جاتا۔ اپنے معاملہ میں کبھی غصہ نہ آتا۔ اللہ کے علاوہ کسی چیز کے لیے انتقام نہ لیتے۔

آپ محبت، سخاوت فرماتے۔ حکم دیا تھا رات کو وسیع دستر خوان بچھے۔ خود مہمانوں کے ساتھ

---

[8] قلائد الجواہر [9] الفتا ص ۹

کھانا تناول فرماتے، کمزوروں اور غریبوں کی ہم نشینی فرماتے، طلباء کی باتوں کو برداشت فرماتے اور تحمل سے کام لیتے۔ ہر شخص یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی اُن کا مقرب نہیں۔ ساتھیوں میں سے جو غیر حاضر ہوتا اس کا حال دریافت فرماتے۔ اور اُس کی فکر کرتے۔ تعلقات کا بڑا پاس اور لحاظ تھا۔ غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگذر کرتے۔ اگر کوئی کسی بات پر قسم کھا لیتا تو اُس کو مان لیتے اور جو کچھ جانتے تھے اس کا اخفا فرماتے۔[۱۰]

روحانیت کی لہر

آپ نے خلوص کے ساتھ وعظ و ارشاد، اصلاح نفوس اور تزکیہ قلوب کی طرف توجہ دی۔ اور نفاق حب دنیا کی تحقیر و تذلیل، ایمانی شعور کے احیاء، عقیدہ آخرت کی تذکیر اور اس سرائے فانی کی بے ثباتی کے مقابلے میں اُس حیاتِ جاودانی کی اہمیت، تہذیب اخلاق، توحید خالص اور اخلاص کامل کی دعوت پر پورا زور صرف کیا۔ آپ کی کرامت کی کثرت پر مورخین کا اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام اور امام ابن تیمیہ رح کا قول ہے کہ "شیخ کی کرامتیں حد تواتر کو پہنچ گئیں ہیں۔ ان میں سب سے بڑی کرامت عالم اسلام میں روحانیت کی نئی لہر پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا فرمائی۔ آپ کا وجود اسلام کے لیے باد بہاری تھا۔ جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی روح ڈال دی۔[۱۲]

شیخ عمر کیسانی کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام نہ قبول کرتے ہوں اور رہزن، خونی اور جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں۔ فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔[۱۳]

جُبائی کا بیان ہے کہ مجھ سے شیخ نے ایک روز فرمایا کہ "میری تمنا ہے کہ زمانہ سابق کی طرح صحراؤں اور جنگلوں میں رہوں۔ نہ مخلوق مجھے دیکھے نہ میں اس کو دیکھوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے۔ میرے ہاتھ سے پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں۔ عیار اور جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زائد توبہ کر چکے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے[۱۴] اس سلسلہ میں بچپن ہی سے

---

[۱۰] قلائد الجواہر صـ ۹

[۱۱] ذیل طبقات حنابلہ (ابن رجب)

[۱۲] جلاء العینین صـ ۳۰

[۱۳] قلائد الجواہر

[۱۴] قلائد الجواہر

آپ لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ کبھی کسی پہ زیادتی نہ کرتے، کبھی گالی نہ نکالتے۔ ہمیشہ سچ بولتے، اٹھارہ سال کی عمر میں جب آپ حصولِ علم کے لیے بغداد جا رہے تھے تو راستہ میں آپ کا قافلہ لُٹ گیا۔ ایک ڈاکو نے آخر کار آپ سے بھی پوچھ لیا کہ تمہارے پاس کیا ہے۔ فرمایا: چالیس اشرفیاں ہیں۔ پوچھا کہاں ہیں۔ فرمایا گدڑی میں بغل کے نیچے سِلی ہوئی ہیں۔ وہ سمجھا مذاق ہے، چلا گیا۔ ایک دوسرے نے پوچھا تو پھر اس کو بھی بتا دیا۔ انہوں نے اپنے سردار سے ذکر کیا۔ سردار نے بلا کر پوچھا اور گدڑی کھولنے کے متعلق کہا۔ کھولی گئی تو چالیس اشرفیاں نکل آئیں۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔ آپ نے اپنا راز فاش کیوں کیا۔ تو فرمایا "والدہ صاحبہ نے عہد لیا ہے کہ ہر حالت میں سچ بولنا۔ میں اُن کے عہد میں خیانت نہیں کر سکتا۔ سردار یہ کلام پُر تاثیر سُن کر رو دیا۔ کہنے لگا تم اپنی والدہ کے عہد میں خیانت نہیں کرتے۔ میں کئی سالوں سے اللہ کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔ فوراً توبہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کے ساتھ توبہ کر لی۔ مال قافلہ والوں کو واپس کر دیا۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ پہلا گروہ تھا جس نے میرے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔

استقلال

آپ بہت مستقل مزاج تھے۔ تائیدِ غیبی نے آپ کو اس مقام پہ پہنچا دیا تھا کہ حق و باطل، نور و ظلمت، الہام صحیح اور کیدِ شیطانی میں پورا امتیاز پیدا ہو گیا تھا۔ آپ پہ یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو گئی تھی کہ شریعت محمدی کے احکام اور حلال و حرام میں قیامت تک کے لیے تغیر و تبدل کا امکان نہیں جو اس کے خلاف دعویٰ کرے وہ شیطان ہے۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک جنگل میں ایک عظیم روشنی ظاہر ہوئی جس سے آسمان کے کنارے بھر گئے۔ اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی۔ اس نے مجھ سے خطاب کر کے کہا۔

اے عبد القادر میں تمہارا خدا ہوں۔ وقد احللت لک المحرمات اوقال ما حرمت علی غیرک (میں نے تمہارے لیے وہ تمام چیزیں حلال کر دی ہیں جو دوسروں کے لیے حرام ہیں)۔

میری زبان پر بے ساختہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم جاری ہوا۔ پھر دھتکار کر کہا دُور ہو مردود! یہ کہتے ہی وہ روشنی ظلمت میں تبدیل ہو گئی۔ اور وہ صورت دھواں بن گئی اور ایک آواز آئی عبد القادر تم کو تمہارے علم اور تفقہ نے بچا لیا ورنہ اس طرح ستر صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا اللہ کی مہربانی نے مجھے تیری زد سے محفوظ رکھا ہے[۱۵]۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے۔

---

[۱۵] الطبقات الکبریٰ الشعرانی ج ۱ ص ۱۲۰۔ طبقات حنابلہ ابن رجب

کہ حدود الٰہی میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہو تو سمجھ لو کہ تم فتنہ میں پڑ گئے ہو۔ اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے۔ فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو۔ اس کو مضبوط تھام لو۔ نفس کی خواہشات کو جواب دو، اس لیے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی، باطل ہے۔[۱۶]

توحید کا صحیح تصوّر

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسان کا مقصد ہی اپنی عبادت قرار دیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ اسی لحاظ سے تمام انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث ہی توحید کی اشاعت کے لیے کیا۔

وما ارسلنا من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون

علامہ اقبالؒ نے اسی تصوّر کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

خودی کا سرِ نہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بُتانِ وہم و گماں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

حضور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اسی توحید کے تصوّر کو ہی لوگوں کے ذہنوں میں بٹھایا۔ قرآن مجید میں ہے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللہ ط اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں نذیر اور بشیر ہوں (رپاا ہود)

شیخ عبد القادر جیلانیؒ بہت بڑے موحد تھے۔ آپ کے درس و اسباق میں ہمیشہ توحید کے پیمانے چھلکتے رہے۔ توحید کا مضمون آپ کے مقالات کی جان اور مواعظ کی روح رواں تھا۔ آخری دم تک آپ توحید کی نشر و اشاعت میں منہمک رہے۔ زندگی کے آخری لمحات میں اپنے بیٹے شیخ عبد الوہاب کو فرماتے ہیں۔

عَلَیْکَ بتقوی اللہ ولا تخف	خدا کا خوف لازم کر! خدا کے سوا کسی سے
احدًا سوی اللہ ولا ترج احدًا	نہ ڈر اور نہ ہی اس کے سوا کسی سے امید رکھ
سوی اللہ وکل الحوائج الی اللہ	اپنی تمام حاجتیں اللہ ہی کو سونپ اور اس
عزّ وجل ولا تعتمد الا علیہ	کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کر جو مانگنا ہو اسی
واطلبہا جمیعا منہ ولا تثق	سے مانگ۔ اس کے سوا کسی کی مدد پر تکیہ نہ کر

[۱۶] الطبقات الکبریٰ۔

باحد خبر الله عز وجل التوحيد الموحدين[1] (فتوح الغیب) — اللہ بڑی عزت و جلال والا ہے توحید کو مضبوط پکڑ، توحید کو لازم پکڑ۔

نافع و ضار اللہ تعالیٰ ہی ہے

لا محیص لمخلوق من القدر المقدر الذی خط فی لوح المسطور وان الخلائق لو جهدوا ان ينفعوا المرء بما لم يقضه الله تعالىٰ لم يقدروا عليه ولو جهدوا ان يضروه بما لم يقضه الله لم يستطيعوا اكما ورد فی خبر ابن عباس رض قال قال الله تعالىٰ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ[2]

"کسی مخلوق کو اس ارادے سے کہ خدا نے کیا اور لوح محفوظ میں رکھ دیا چارہ نہیں ہے، اگر تمام مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے جو اللہ نے اس کی قسمت میں نہیں کیا تو مخلوق اس نفع کو پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتی۔ اور اگر تمام مخلوق کسی کو نقصان پہنچانا چاہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں نہیں کیا تو مخلوق اس نقصان پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتی۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رض کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا" فرمان الٰہی ہے، اگر تجھے اللہ تکلیف پہنچانا چاہیں تو اُس کو اس کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اور اگر اللہ تجھے بھلائی دیں تو اس کے فضل و کرم کو روکنے والا کوئی نہیں اپنے بندوں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل و کرم پہنچاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کے سامنے مخلوق کی مثال

فرماتے ہیں: "کل مخلوق کو خدا تعالیٰ کے سامنے ایسے سمجھ جیسے ایک بادشاہ ہے جس کا ملک بہت وسیع ہے۔ حکم سخت اور دل ہلا دینے والا رعب ہے۔ اس نے ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور بیڑیاں پاؤں میں ڈال کر ایک صنوبر کے درخت کے ساتھ ایک دریا کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا، بہاؤ بہت زوروں پر ہے، لٹکا دیا ہے اور خود بادشاہ ایک نفیس اور بلند کرسی پر ہے کہ اس تک پہنچنا مشکل ہے اور اس بادشاہ کے پاس تیر، تلوار، نیزہ و کمان وغیرہ آہنی ہتھیار ہیں کہ اس کا اندازہ اس بادشاہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اب ان چیزوں

[1] فتوح الغیب — [2] غنیۃ الطالبین

میں سے جو چیز چاہتا ہے اٹھا کر اس لٹکے ہوئے قیدی پر مارتا ہے اور قیدی چونکہ جکڑا ہوا ہے اور اونچی جگہ لٹکا ہوا ہے اس لیے نہ وہ ہل سکتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی چھڑا سکتا ہے جو لوگ اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ وہ اگر اس قیدی سے ڈریں اور نفع ونقصان کی امیدیں رکھیں اور بادشاہ سے نہ رکھیں تو ان کے لیے افسوس ہے۔ کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک بے عقل، بے ادراک، دیوانہ، چوپایہ اور انسانیت سے خارج نہیں ہے یعنی یقیناً ایسا ہی ہے[19]۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق اس بے بس قیدی کی مانند ہے، زندگی، موت، خوشی، غمی، سب کچھ مخلوق کو اسی کی طرف سے آتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔

لفظ اِلٰہ کے معنی

ان الخلق یفزعون ویتضرعون الیه فی الحوادث والحوائج فهو یالههم ای یجیرهم مسمی اِلٰها[20]۔

"بیشک اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس کی بارگاہ میں عاجزی وگریہ زاری سے اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو پیش کرتی ہے پس وہ ان کی رفع حاجات فرماتا ہے اور پناہ دیتا ہے۔ اس لیے اس کا نام الٰہ (معبود) ہے۔"

مسئول و معطی

فلیکن لك مسئول واحد ومعط واحد وهو ربك عز وجل الذی نواصی الملوكِ بیده وقلوب الخلق بیده[21]

"تجھے ایک ہی سے مانگنا چاہیے اور تیرا دینے والا بھی صرف ایک ہے اور تیرا مقصود بھی ایک ہے اور وہ تیرا پروردگار ہے جس کے قبضہ میں بادشاہوں کی پیشانیاں ہیں اور جس کے قبضہ میں تمام مخلوق کے دل ہیں۔"

بقول اقبال اس کے باوجود ہماری حالت یہ ہے:

بتوں کو تجھ سے امیدیں خدا سے ناامیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

ایک موقع پر ارشاد فرمایا "جب بندہ کسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پہلے خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر نجات نہیں پاتا تو مخلوقات میں اوروں سے مدد مانگتا ہے مثلاً بادشاہوں یا حاکموں

[19] فتوح الغیب مقالہ ۱۰ [20] خطبہ غنیۃ الطالبین

[21] فتوح الغیب۔ مقالہ ۲۰

یا دُنیاداروں یا امیروں سے اور دکھ درد میں طبیبوں سے۔ جب اُن سے بھی کام نہیں نکلتا۔ اُس وقت اپنے پروردگار کی طرف دُعا و گریہ زاری و حمد و ثنا کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ پھر جب خدا کی طرف سے بھی مدد نظر نہیں آتی تو (بے بس ہو کر) خدا کا ہی ہو رہتا ہے۔ ہمیشہ سوال و دُعا، اور گریہ زاری اور ستائش و اظہار حاجتمندی رجا و خوف کے ساتھ کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اُس کو دُعا سے تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ تمام اسباب علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اس میں قضا و قدر کا نفاذ ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر کام کرتا ہے تب بندہ کل اسباب و حرکات سے بے پروا ہو جاتا ہے اور روح صرف رہ جاتی ہے۔ اُسے فعل حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور وہ ضرور بالضرور صاحب یقین موحد ہوتا ہے۔ قطعی طور پر جانتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے۔ نہ حرکت و سکون دینے والا ہے۔ نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی، بُرائی، نفع و نقصان، بخشش و حرمان، کشائش و بندش، موت و زندگی، عزت و ذلت، غنا و فقر، اس وقت (احکام قضا و قدر) میں بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے، جیسے شیر خوار بچہ دایا کی گود میں یا مُردہ غسال کے ہاتھ میں یا (پولو) گیند سوار کے ہاتھ میں، اُلٹا پلٹا جاتا ہے اور بگاڑا بنایا جاتا ہے۔ اس میں اپنی طرف سے کوئی حرکت نہیں نہ اپنے لیے نہ کسی اور کے لیے، یعنی بندہ اپنے مالک کے فعل میں اپنے نفس میں غائب ہو جاتا ہے اور اپنے مالک اور اس کے فعل کے سوا نہ کچھ دیکھتا سُنتا ہے، نہ کچھ سوچتا سمجھتا ہے۔ اگر دیکھتا ہے تو اُس کی صنعت، اگر سنتا ہے تو اُس کا کلام، اس کے علم سے ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس کی نعمت سے لطف اُٹھاتا ہے۔ اُس کے قرب سے سعادت پاتا ہے۔ اُس کے وعدہ سے خوش ہوتا، سکون اور اطمینان حاصل کرتا ہے۔ اُس کی باتوں سے مانوس ہوتا ہے۔ اور اس کے غیر سے نفرت کرتا ہے۔ اس کی یاد میں سرنگوں ہوتا ہے اور جی لگاتا ہے۔ اُسی کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے۔ اُس کے نور معرفت سے ہدایت پاتا اور اس کا خرقہ و لباس پہنتا ہے۔ اس کے علوم عجیب و نادر پر مطلع ہوتا ہے۔ اس کی قدرت کے اسرار سے مشرف ہوتا ہے۔ اُس کی ذاتِ پاک سے سُنتا ہے اُسے یاد رکھتا ہے۔ پھر ان (نعمتوں) پہ حمد و ثنا و شکر و سپاس بجا لاتا ہے۔[۲۲]

وحدانیت اور غیر اللہ کی بے ثباتی

اللہ کے علاوہ ہر چیز کے فنا ہونے کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے۔ اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے۔ اُس سے

---

۲۲ فتوح الغیب مقالہ نمبر ۳ ترجمہ مولوی محمد عالم صاحب کاکوری (الغیب) ص ۱۱-۱۲-۱۳)

محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے۔ اس کی مانو جو تمہیں بلاتا ہے۔ ہاتھ اُسے دو جو تمہیں گرنے سے سنبھالے گا۔ اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکالے گا اور ہلاکتوں سے بچائے گا۔ نجاستیں دھو کر میل کچیل سے پاک کر دے گا۔ تم کو تمہاری سڑاند اور بدبو اور پست ہمتی اور نفس بدکار و رفیقانِ گمراہ و گمراہ کُن سے نجات دے گا، جو شیاطین، خواہش اور تمہارے جاہل دوست، خدا کی راہ کے راہزن اور تم کو ہر نفیس، ہر عمدہ اور پسندیدہ چیز سے محروم رکھنے والے! کب تک عادت؟ کب تک خلق؟ کب تک تمنا؟ کب تک رعونت؟ کس وقت تک دُنیا؟ کب تک آخرت؟ کب تک ماسوائے حق؟ کہاں چلے تم؟ اس خدا کو چھوڑ کر جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور بنانے والا ہے۔ اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، دلوں کی محبت، روحوں کا اطمینان، گرانیوں سے سبکدوشی، بخشش و احسان، ان سب کا رجوع اسی کی طرف ہے اور اُسی کی طرف سے اُس کا صدور ہے[۲۳]۔

ایک دوسرے مقالہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"ساری مخلوق عاجز ہے نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ حق تعالیٰ اس کو اُن کے ہاتھوں سے گرا دیتا ہے۔ اسی کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے جو کچھ تیرے لیے مفید ہے یا مضر ہے۔ اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ جو موحد اور نیکوکار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔ بعض اُن میں سے ایسے ہیں جو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے دنیا سے برہنہ ہیں۔ گو دولت مند ہیں لیکن حق تعالیٰ اُن کے اندر ان پر دُنیا کا کوئی اثر نہیں پاتا۔ یہی قلوب ہیں جو صاف ہیں جو شخص اس پر قادر ہوا اس کو مخلوقات کی بادشاہت مل گئی۔ بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ کے پاک کر لیا اور قلب کے دروازہ پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوق میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے۔ شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت اس کے باطن کو مہذب بناتی ہے"[۲۴]

ایک جگہ دنیا کی بے ثباتی کا یوں ذکر فرماتے ہیں:۔

"آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنے دیناروں پر اپنے درہموں پر،

---

[۲۳] فتوح الغیب مقالہ ۶۲

[۲۴] فیوض یزدانی ترجمہ فتح الربانی مجلس ۱۳

اپنی خرید و فروخت پر اور اپنے شہر کے حاکم پر، ہر چیز کو جس پر تو اعتماد کرے تیرا معبود ہے۔ اور ہر وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا توقع کرے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس پر نفع اور نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور تو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے تو وہ تیرا معبود ہے" [۲۵]

دنیا میں اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازہ پر اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو۔ دُنیا خدمت کرتی ہے اس کی جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور جو شخص دُنیا کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اس کو ذلیل کرتی ہے رکھتا حق تعالیٰ کے ساتھ عزت و توانگری کے قدم پر" [۲۶]

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع رکھنا جائز باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں (اگر دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازہ پر اس کو کھڑا ہونا جائز باقی دروازے سے آگے گھسنا ناجائز ہے نہ تیرے لیے عزت ہے" [۲۷]

حکام سے دُوری اور اُن کو خدا خوفی کی تعلیم

آپ کبھی کسی خلیفہ یا وزیر کے دربار میں نہ گئے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس قسم کی خوشامد سے روکتے تھے۔ درباری علماء کی پُرزور تردید فرماتے تھے۔ اور خوفِ خدا پیدا کرتے تھے۔

ارشاد عالیہ ہے:-

"اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو اُن سے کیا نسبت، اے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے دشمنو! اے بندگانِ خدا کے ڈاکوؤ! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں ہو۔ یہ نفاق کب تک رہے گا۔ اے عالمو! اے زاہدو! شاہان و سلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہو گے؟ کہ اُن سے دُنیا کا زر و مال اور اس کی شہوات و لذات لیتے رہو، تم اور اکثر بادشاہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوئے ہیں۔ بار الہا! منافقوں کی شوکت توڑ دے اور اُن کو ذلیل فرما یا ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما اور زمین کو اُن سے پاک و صاف کر دے یا اُن کی اصلاح فرما دے" [۲۸]

۲۵ فیوض یزدانی مجلس ۲
۲۶ فیوض یزدانی مجلس ۱۵
۲۷ فیوض یزدانی مجلس ۲۱
۲۸ فیوض یزدانی مجلس ۵۱ ترجمہ فتح الربانی۔

وہ عالم کی شان کے خلاف سمجھتے تھے کہ عالم ہو کر امراء و وزراء کے در کا بھکاری بنے۔ کیونکہ علم غیور ہوتا ہے۔ یہ غیروں کے دروازوں پر نہیں جاتا بلکہ وقت کے فراعین و نماردہ کے سامنے نعرہ حق لگاتا ہے۔

اقبال نے فرمایا تھا۔

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن نعرۂ لا پیش نمرود بزن

ایک جگہ اس گروہ کو فرماتے ہیں:۔

"تجھے شرم نہیں آتی کہ تیری حرص نے تجھ کو ظالموں کی خدمت گاری اور حرام خوری پر آمادہ کر دیا ہے تو کب تک حرام کھاتا اور دنیا کے ان بادشاہوں کا خدمت گار بنے رہے گا جن کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ ان کی بادشاہت عنقریب مٹ جائے گی اور تجھے حق تعالیٰ کی خدمت میں آنا پڑے گا جس کی ذات کو کبھی زوال نہیں۔[۲]

مرشد جیلانی رح ہمیشہ حکام و سلاطین کے غلط افعال پر تنقید کرتے اور اس پر کسی وجاہت اور اثر و نفوذ کی مطلق پروا نہ کرتے تھے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"کان یامر بالمعروف وینھیٰ عن المنکر للخلفاء والوزراء والسلاطین والقضاۃ والخاصۃ والعامۃ ویصدعھم بذلک علیٰ رؤس الاشھاد ورؤس المنابر وفی المحافل وینکر علیٰ من یولی الظلمۃ ولا تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم[۳]	آپ خلفاء، وزراء، سلاطین، قضاۃ خواص و عوام سب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صفائی اور جرأت کے ساتھ ان کو بھرے مجمعے میں علی الاعلان ٹوک دیتے، جو کسی ظالم کو حاکم بناتا، اس پر اعتراض کرتے اور خدا کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی آپ پروا نہ کرتے تھے۔

تصرفِ الٰہی

حضرت جیلانی رح ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے اور ملنے والوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

ایک جگہ فرمایا:

لا معین الا اللہ[۱] اللہ کے سوا کوئی (فوق الاسباب) مددگار و مشکل کشا نہیں۔

---

[۲] فتح الربانی مجلس ۱۳
[۳] قلائد الجواہر ص ۸
[۱] غنیۃ الطالبین

ان ھذہ الامر کلھا بید اللہ یصرفھا فی طرائقھا ویمضیھا فی حقائقھا لا مقدم لما اخر ولا موخر لما قدم ولا یجتمع اثنان الا بقضائہ وقدرہ[۳۲]

تمام اُمور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ انہیں ان کے طریقوں پر جس طرح چاہے پھیرتا ہے اور ان کی حقیقتوں پر گزارتا رہتا ہے جس کو خدا پیچھے کر دے اسے کوئی آگے کرنے والا نہیں۔ جب تک اس کی قضا و قدر پر چلے دو آدمی باہم مل بھی نہیں سکتے۔

معلوم ہوا کہ تصرف فی الامور کا مقام کسی کو خدا کے سوا حاصل نہیں۔ کیونکہ یہ خاصہ خدائی ہے۔ ایک جگہ انبیاء کے نام گنا کر تحریر فرماتے ہیں۔

لم یستغن من التوبۃ والاستکانۃ والافتقار الی اللہ عز وجل[۳۳]

تمام انبیائے کرام خدا کے حضور توبہ کرنے عاجزی کرنے اور اس کے محتاج ہونے سے بے نیاز نہیں ہیں۔

بلکہ یہاں تک ارشاد ہے:-

لا تتحرک الا للہ[۳۴]

اللہ کے سوا کسی اور کے لیے حرکت بھی نہ کر

اللہ کی توحید کو تصرف فی الامور میں عجیب طریقہ سے پیش کرتے ہیں۔ کہیں فرمایا:

لا یاتی بالخیر الا اللہ

اللہ کے سوا کوئی بھلائی نہیں لا سکتا۔

کہیں فرمایا:

لا یصرف السوء الا اللہ

خدا کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں۔

سلطان باہوؒ نے اسی کی ترجمانی کر کے فرمایا تھا۔

چو تیغ لا بدست آری ۔ بیا تنہا چہ غم داری
مجو از غیر حق یاری ۔ کہ لا فتاح الا ھو

حقیقی شرک

شاہ صاحب نے شرک کی بہت مذمت کی ہے اور توحید کا پرچم دنیا میں بلند کیا۔ فرماتے ہیں:

---

[۳۲] غنیۃ الطالبین
[۳۳] غنیۃ الطالبین
[۳۴] غنیۃ الطالبین

الا ان الرجل منهم اشرك باللہ عزوجل حيث طمع في مخلوق مثله لا يملك ضرا و لا نفعا و لا عطاء و لا منعا[۳۵]

خبردار جس نے اپنے جیسی مخلوق سے اُمید رکھی اُس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ مخلوق میں سے کوئی نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ نفع نہ کسی کے اختیار میں عطا ہے نہ منع۔

مخلوق سے شرک رکھنے کو بھی شاہ صاحب نے شرک قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

ليس الشرك عبادة الاوثان بل هو متابعتك لهواك و ان تختار مع ربك عزوجل شيئًا سواه من الدنيا وما فيها و الاخرة وما فيها فما سواه عزوجل غيره فاذا ركنت الى غيره فقد اشركت[۳۶]

صرف بت پرستی ہی شرک نہیں بلکہ تیری اپنی خواہشات کی اتباع کرنا اور اللہ کے سوا کسی فردِ بشر کو اللہ تعالیٰ کی طرح پسند کرنا بھی شرک ہے چنانچہ دنیا و آخرت کی کسی شے کی طرف بھی جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہے دل لگانا، جیسا کہ اللہ کی طرف لگانا چاہیے صریح شرک ہے۔

آپ کی ساری زندگی ہی توحید کی اشاعت میں گذری۔

کتاب وسنت کی تعلیم

حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله[۳۷]

"میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی سنت"۔

حضرت شیخ جیلانی رحؒ نے اسی کی تائید میں ارشاد فرمایا:

ان كمال الدين في شيئين في معرفة الله تعالى واتباع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم[۳۸]

دین کامل دو چیزوں میں ہے، اللہ کی معرفت (جو قرآن سے حاصل ہوتی ہے) اور سنت (احادیث کی پیروی)

یہی نہیں بلکہ آپ نے ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑنے کے بارے میں فرمایا:

---

۳۵ غنیۃ الطالبین
۳۶ فتوح الغیب
۳۷ موطاء امام مالکؒ
۳۸ غنیۃ الطالبین

فعلیک بالتمسک بالکتاب والسنۃ والعمل بھما امراً و نھیاً اصلاً وفرعاً فیجعلھما جناحیہ یطیر بھما فی الطریق الواصل الی اللہ عز وجل [39]

آپ (ہر امتی - مرید) پہ لازم ہے کہ قرآن حدیث کو مضبوط پکڑو اور ان دونوں پر ہی عمل کرو۔ ان کے امر کو بجا لاؤ اور نہی سے باز رہو۔ اصول اور فروع میں ان کے پابند رہو۔ یہ دو پر ہیں جن سے پرواز کر کے آدمی اللہ تک پہنچتا ہے۔

قرآن و سنت کو شاہ جیلانیؒ نے طائر لاہوتی کے پر قرار دیا ہے جن کے ذریعے اڑ کر اللہ کی ملاقات کی جاتی ہے۔ ہر مسلمان کو ان کے ارشاد پر عمل کر کے قرآن و سنت کو دین قرار دے کر ماسوا سے بے نیاز ہونا ضروری ہے۔ ایک جگہ یوں فرماتے ہیں۔

فیعمل بما فی الکتاب والسنۃ ویصم عما سوی ذالک [40]

صرف قرآن و سنت پر عمل ہو اس کے سوا ہر چیز سے بہرے ہو جاؤ۔

آپ نے دین کی تکمیل ہی قرآن و سنت پر بتائی ہے۔

اذا تمت الاوامر والنواھی انزل اللہ علی رسولہ فی حجۃ الوداع الیوم اکملت لکم دینکم [41]

جب دین اسلام کے اوامر و نواہی پورے ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے حجۃ الوداع میں اپنے رسول پر آیت الیوم اکملت لکم دینکم اتاری (یعنی اے مسلمانو! تم پر دین مکمل ہو گیا۔

ان کے نزدیک راہ نجات صرف قرآن و سنت ہے۔ دراصل ان ہی دو چیزوں سے ہر قسم کا اختلاف ختم ہو سکتا ہے۔ ان کے علاوہ ہلاکت اور تباہی ہے۔

لیس لنا نبی غیرہ فنتبعہ ولا کتاب غیر القرآن فنعمل بہ فلا تخرج عنھما فتھلک [42]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نبی نہیں جن کی ہم تابعداری کریں اور قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں جس پر عمل کریں اگر ان کے علاوہ کسی اور طرف گیا تو ہلاک ہو جائے گا۔

اور پھر سلامتی بھی ان دو چیزوں میں فرمائی۔

---

[39] غنیۃ الطالبین
[40] غنیۃ الطالبین
[41] غنیۃ الطالبین
[42] فتوح الغیب

والسلامة مع الكتاب والسنة	صرف قرآن و حدیث پر عمل کرنے میں سلامتی
والهلاكة مع غيرهما	ہے اس کے علاوہ جس چیز پر عمل کرے گا
بهما يرتقي العبد الى	برباد اور ہلاک ہوگا۔ صرف قرآن و
حالة الولاية والبدلية[۲۳]	حدیث پر عمل کرکے اولیاء اور ابدال بن سکتے ہیں۔

مرشد جیلانی کی تعلیمات مسلمانوں کے لیے چراغ راہ ہیں۔

تصانیف

حضرت شیخ کی تصانیف متعدد کتابیں ہیں:-
غنیۃ الطالبین۔ فتوح الغیب۔ الفتح الربانی۔ فیوضات ربانیہ۔ بشائر الخیرات[۲۴]
ان کے علاوہ آپ کی کتابوں میں جلاء الخاطر۔ الیواقیت والحکم اور مواہب الربانیہ شامل ہیں۔
آپ کی کتابوں کی شہرت تمام اہل اسلام میں ہوئی۔

وفات

حضرت شیخ نوے سال تک اس دنیا فانی میں رہے۔ آخر ۵۶۱ھ میں بغداد ہی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وہیں اپنے استاد ابوسعید مخزمی کے مدرسے باب الازج میں مدفون ہوئے۔ بیماری کی حالت میں وفات سے قبل آپ نے اپنے بیٹے عبدالوہابؒ کو توحید پر قائم رہنے کی وصیت کی۔ آپ کے صاحبزادہ سید عبدالجبار نے پوچھا، جسم میں کہاں تکلیف ہے؟ تو فرمایا میرے کل اعضاء مجھے تکلیف دے رہے ہیں مگر میرے دل کو کوئی تکلیف نہیں اور وہ خدا کے ساتھ صحیح ہے۔ پھر آپ کا وقت اخیر آیا تو فرمانے لگے۔ "میں اس خدا سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پاک و برتر ہے اور زندہ ہے جسے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوں پر غلبہ دکھایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں"۔ اور آپ کے صاحبزادہ شیخ موسیٰ فرماتے ہیں، آپ نے لفظ "تعزز" فرمایا اور یہ لفظ صحت کے ساتھ آپ کی زبان سے ادا نہ ہوا۔ تب آپ بار بار اسے دہراتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے آواز بلند کرکے اور سخت کرکے لفظ "تعزز" اپنی زبان سے ٹھیک ٹھیک فرمایا۔ پھر (تین بار) اللہ اللہ اللہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ کی آواز بند ہوگئی۔ اور زبان تالو سے چپک گئی، اور روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی[۲۵]۔ اللهم اغفر له وارحمه۔

۲۳؎ فتوح الغیب ۲۴؎ معجم المطبوعات ۲۵؎ تکملہ رموز الغیب